قاری محمد طیبؒ قاسمی کا نقشِ جمیل

مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی کا تعزیتی مکتوب

بقیۃ السلف مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی نبیرۂ حضرت حجۃ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے ہم عمر ہمعصر ہمدم دیرینہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی کی وفات پر مرحوم کے صاحبزادگان کے نام جو تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اور جو اختصار کے باوجود نہایت جامعیت اور تاثر لیے ہوئے ہے۔ یہ مکتوب ہمیں مولانا گنگوہی کے ایک پاکستانی متوسل کے ذریعہ الحق میں اشاعت کے لئے موصول ہوا ہے۔ اور الحق کے لئے اس کی اشاعت باعث سعادت ہے۔

مکرما سلیل الکرام البررہ مولانا سالم اسلم اعظم سلمہم اللہ

از کی التحیات، مولانا طیبؒ رہ گذار آخرت ہو گئے۔ ہونا ہی تھا۔ نہ کوئی نئی بات ہے نہ غیر متوقع حادثہ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد مگر دلوں کی دنیا اور یادوں کی بستی سے ان کا نقش جمیل مٹ جانا ممکن نہیں۔ وہ باقیات صالحات سے بھی تھے اور "جعلها کلمۃً باقیۃ فی عقبہ" ان کی زندگی اور زبان بھی تھی۔ ان کی شیریں زبانی، شگفتہ بیانی، صورت نورانی، ہوشمندی فکر، ارجمندی ذہن اور دردمندی دل کو کون بھلا سکتا ہے۔ دوائر علمیہ میں ان کی جامعیت، علوم و افکار کا تنوع و تبحر ادبی ذوق، خوبی تعبیر حسین و بدیع ترجمانی، مجامع میں خطاب گویا فلک اعلیٰ سے اذا تکلم یخیل الینا انہ یؤید کا سا کیف، حکمت ربانیہ، ولی اللّٰہی بھی ابن جوزی کی سی سحر انگیزی بھی۔ یہ کس صاحب ذوق و جوہر شناس کو رہ رہ کر یاد نہ آئے گی۔

اب وہ کوہ کن کی بات گئی کوہ کن کے ساتھ

عجزت النساء ان یلدن مثل طیب کس کس نادرہ اور خلیقہ پر تعجب کریں۔ زبان ایسی کہ سب سمجھیں، بیان ایسا کہ دل مانے۔ عقل کی پاسبانی بھی، لیکن کہیں کہیں۔ "اسے تنہا بھی چھوڑ دے" کے سے اذکار و افکار بھی ——— دلائل عقلی بھی نقلی بھی، جدلی عدلی بھی۔ انفسی آفاقی بھی اور حقائق و معرفت آگیں بھی۔ میں نے مجلس سے اٹھتے ہوئے اکثر لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ عالم کیا ہے ایک دریا ہے۔ عجیب نابغیت۔

آخر وہ وقت آ گیا عشیۃ قیل طیب لیس فینا انہی کا یہ شعر ہے ؎

خوگر عیش و طرب اب آہ اپنا دل نہیں   دور ہوا سے شادمانی تو مرے قابل نہیں

یہ بھی ان ہی کا فرمودہ ہے ؎

جلوہ گر نور بقا میں صورت سیماب ہے — اے تماشہ گاہ عالم بس تجھے آداب ہے

بے شمار محاسن ومکارم اور مناقب ومحامد کے ساتھ ان کی طبع لین، حلم ورفق سے معمور سیرت ومعاشرت ہیں ستھرا ہے عیب موزوں ومتوازن کیرکٹر، جلال وہراس سے متنفر، غیر متصادم مزاج دکھائی میں اڑنا نہیں چاہتا! لڑنا میری افتاد نہیں) اہم امور وحوادث میں ان کی ایسی رواداری کہ بعض اشخاص کو مداہنت تہاون کا شبہ ہو جائے۔ مگر سچ پوچھئے تو وہ مسامحت تھی نہ مداہنت۔ یہ الطاف خداوندی اس جر امت پر مثالی تھے۔ اس کون ہے جو اس کا دعوی کر سکے۔ ہاں مگر "بشری التسام" کا انفکاک بھی ممکن نہیں۔ ممکن کبھی اس سے مامون نہیں

آخیر کے چند سال ضیق، غیر حق میں مشغولی، خلجان اور ذہنی انتشار کے گذرے بجز اس کے کیا کہا جائے کہ کان امر اللہ قدراً مقدوراً اللہ تعالیٰ ان کو کفارۂ سیئات بنادے۔ یہ ابتلاء عام ہے عوام اور علماء جمہ حالات سب ہی ان میں مبتلا ہیں۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی مسلمانوں سے اجتماعی کام کی صلاحیت اٹھتی رہی ہے۔ ارتفاقی مزاج برہم ہو رہا ہے کون تبریہ کر سکتا ہے الانبیاء اشد بلاءً ثم الامثل فالامثل مگر شخصیت کے خدوخال وجمال محبوبی میں ان کا محسوس ہونا ناگزیر تھا۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا، اور کہا گیا جو نہ کہا جانا تھا حق بھی ناحق بھی۔ حدود کے اندر بھی متجاوز بھی۔ اخلاص سے حق کہا گیا تو کہنے والا ماجور، ناحق اور حدود سے متجاوز کہا گیا تو اس کی شکایت ہی کیا ؎

ما نجی اللہ والرسول معاً — من لسان الوری فکیف انا

اب تعزیۃً آپ متعلقین پسماندگان سے وہی کہتا ہوں جو ایک بدوی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے حضرت عباسؓ کی وفات پر کہا تھا ؎

خیرٌ من العباس اجرک بعدہٗ — واللہ خیر منک للعباس

آپ کو عباس سے بہتر ان کی وفات کا اجر مل گیا۔ اور عباس کو آپ سے بہتر اللہ اور لقاء رب میسر ہے زیادہ موجب تاسف وتالم یہ مضمون ہے۔ اذا مات العالم ثلمت ثلمۃٌ فی الاسلام لا یسد الا عالمٌ ورنہ ویسے تو

نزلنا ساعۃً ثم ارتحلنا — کذا الدنیا رحالٌ فارتحلنا

قانون ہے ہی۔ اب عالم آخر کہاں، کب؟ اللہ جانے! البتہ اس دعا کی ضرورت ہے۔

قرب الرحال الی دیار الآخرہ — فاجعل الٰہی خیر عمری آخرہ

اخیر میں ایک بات اور کہنے کو دل چاہتا ہے۔ آپ حضرات اگر محسوس نہ کریں اور حق دیں۔ بہر کیف

بیعت کی عزت حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں آسن ہوں سن و سال کا تفاوت بالکل غیر معتبر ہی نہیں کہ اس حدیث
 سامنے رکھیں۔

انا آمنةٌ لاصحابی فاذا ذھبت اُتی اصحابی مایوعدون واصحابی آمنة لاُمتی فاذا ذھبت
اصحابی اُتی اُمتی مایوعدون

بڑوں کا اٹھنا حرمان تو ہے ہی پیش آنے والے خطرات کا احساس بھی ہے اب تک جانے کتنے نفتنے رکے ہوئے
تھے ل گئے۔ انابت و استعاذہ کی ضرورت ہے۔

یہ خط ختم کر چکا تھا کہ لکھنؤ کے کچھ حضرات اور ایک قاری اسلم نامی تشریف لے آئے۔ دفعتہً نصف صدی سے
زیادہ قبل کا واقعہ ذہنی اسکرین پر ابھرا۔ میرے حضرت والد صاحبؒ علیل ہو کر شفایاب ہوئے تھے۔
دیوبند سے ایک بڑا مجمع حضرت مولانا حافظ احمد صاحبؒ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ۔ مولانا اعزاز علی
صاحب۔ علامہ ابراہیم صاحب اور حضرت میاں صاحبؒ وغیرہ مزاج پرسی کو تشریف لائے۔ مولانا طیب
جوان قریباً پچیس سالہ بھی ساتھ تھے۔ بعد مغرب کا وقت تھا حضرت والد صاحب نے فرمایا طیب! ایک
رکوع سناؤ یاد ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه الخ سنایا۔ سماں بندھ گیا
آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ میرے کانوں نے یہ خوش لحنی پہلی مرتبہ سنی تھی۔ ساز بھی، سوز بھی، دلگداز بھی، نغمہائے
دلکش سحاب اندر سحاب بھی ——— یہ پہلا نقش تھا جو آج بھی تازہ ہے اس کے بعد دیوبند پہنچکر تو بار بار سنی۔
جہری نمازوں میں بھی اکثر جب وہ ہوتے امامت وہی کرتے۔ ویسے بھی وقتاً۔ پھر یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ جس کا
لحن بھی لحن طیبی سے کچھ مشابہ ہوتا میں تاثر لیتا۔ اب برسوں سے اس کی نوبت نہیں آئی تھی کہ کچھ سنتا۔ مولانا
دولت سے گزر کر شیخوخت کی منزل میں آگئے تھے۔ لحنیت اور گلے کے گھنگھرو اپنا زیر و بم ختم کر چکے تھے۔
پرسوں یہ لکھنوی حضرات اور قاری اسلم ندوی آئے۔ میں نے ان سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ برائے نام
ہی مشابہ تھا۔ یا ذہن نے محسوس کیا، قریب تھا کہ دل اور آنکھیں بے قابو ہو جائیں۔ بند ضبط ٹوٹتے ٹوٹتے قرات
سب یاد آگئی۔ اوپر سے یہ حادثہ سن ہی چکا تھا۔ عشیة قبل طیب لیس فینا آج وہ نہیں ہیں وہ عصر ختم ہو
گیا۔ دیوبند کا زمانہ اپنا قیام، اکابر کا مجمع، مولانا طیب کا حسین سراپا۔ ان کی لحنیت، طیب سب کی آنکھ کا
تارہ تھے۔ ان کی نسبت حضرت مہتمم سلالۂ قاسم الخیرات کے بیٹے ہونا ذاتی جمال و کمال مکارم، خوش کلامی،
خوش خطابی، خوش تعبیری مضامین۔ خوش نوائی لحن، لباس و تلبس تک میں گونہ تزین، جمالی امتزاج و رنگ

٭ امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے صاحبزادے حکیم مسعود صاحبؒ

علمی مذاکرہ میں نرالی انداز، جمال بھی، کمال بھی، مگر جلال نہیں (بہ مفہوم عرفی) ورنہ زندگی کے سب پہلو جلالت کے شاہد عدل اور فخامت کے غماز، جو بعد میں ایسے نمایاں ہوئے کہ فخر اماثل کہے گئے۔ یہ ہرگز نہ اطراء مادح ہے نہ مبالغہ۔ اللہ ان کی قبر کو اپنے انوار سے معمور فرمائے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے بہت سے بظاہر مداح و معتقدین سے زیادہ مجھے ان کے اوصافِ ذکیہ پر اطلاع ہے۔ مجھے بہت سے زمان و مقام و ظروف اور اوقات و احوال میں ان سے اور ان کا قرب رہا ہے سفر میں حضر میں حج میں۔

ہاں مگر میں ان کی کمزوریوں کو بھی جانتا ہوں ان کے قامتِ بلند کے پیشِ نظر سیئات المقربین۔ مگر بڑے سے بڑا آدمی سینہ پہ ہاتھ رکھ کر بتلائے کہ وہ اس سے بری اور خالی ہے؟ یہ تو ناگزیر ہیں۔ اللھم استر عیوبنا و امح ذنوبنا دعا بتلائی گئی۔ عیوب وہی کمزوریاں جو زائل نہیں ہو سکتیں مغلوب و مستور ہو سکتی ہیں اسی لئے ان کے صرف ستر اور ذنوب کے محو کی دعا ارشاد ہوئی۔ ایک ہفتہ ہونے کو آیا ان کا نقشِ جمیل ذہن پر کس کس نوع و جہت سے ابھر کر نہیں آیا۔ ان کی جوانی، بڑھاپا کہولت۔ اُن کے اقوال و افکار، رفتار، مجالس، وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے اب اللہ ان کو احبارِ امۃ کی انجمن میں جگہ دے اور یہ ان کی صحبت کبھی منتہی نہ ہو۔ دل یہی چاہتا ہے کہ بس یہی ذکر کرتا رہوں۔ کوئی ذکر کرتا ہے تو میں گویا اس کے منہ سے نوالہ چھین لیتا ہوں۔ اور خود بات کرنے لگتا ہوں۔ بار بار خیال ہوتا ہے کس حال میں ہوں گے۔ ع

نہ قاصدے نہ سفیرے نہ مرغِ نامہ برے

کن کن احبار و آبار صالحین سے ملاقات ہو رہی ہو گی۔ کوئی بے قاعدگی ہوئی بھی ہوگی تو وہ یعفو عن کثیر ہے اور اس کا "کثیر" تو کُل ہی ہے۔ سب محو کر دے گا۔ کتنی شہادات انام ان کے لئے ہوں گی۔ جنازہ پر آنے والے بھی شہدا ہی ہیں۔ کتنوں سے عقیدت سے مصافحہ کیا ہوگا۔ انتم شھداء اللہ فی الارض کتنوں نے ان کے محققانہ مذاکرانہ خطاب سے شہادت حق سنی ہو گی۔ اور خود ان کے لئے شہادت دی ہوگی۔

خطہ ارض میں کون سا مقام ہے جہاں انہوں نے اللہ رسول کی بات نہ کہی ہو گی۔ ایشیا، یورپ۔ مغرب اقصیٰ مشرق وسطیٰ سب ان کے اعمال نامہ میں مکتوب و محفوظ ہیں۔ فاللہ آواہ مقام المتقین وبوأہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ اللہ آپ سب کو صبر دے، اجر دے۔ حادثہ کی اہمیت ناقابلِ انکار، ایسی شخصیت کا فقدان ناقابلِ تلافی لولا ان القلوب توقن باجتماع ثان لا نفطرت المرائی بفراق المحبوبین موجب تسلیہ ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ والسلام